اعلاء کلمۃ اللہ مفہوم، حکم اور طریقہ کار

مؤلف

مفتی عبید الرحمان صاحب

رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دارالتقوی، مردان

اعلاء کلمۃ اللہ کا مفہوم واہمیت

دینِ اسلام کے اہم مقاصد واہداف میں سے ایک اہم مقصد "اعلاء کلمۃ اللہ" بھی ہے، یوں تو اس کا ایک وسیع مفہوم ہے لیکن اجمالی طور پر اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے دین کا بول ہر جگہ بالا ہو، تمام افکار ونظاموں پر اس کی حکمرانی وغلبہ ہو۔ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے:

{وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ} [التوبة: ٤٠]

ترجمہ:"اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے"۔

یہاں "اللہ کے کلمہ" اور "اس کی بلندی" سے کیا مراد ہے؟ امام طبری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

(وكلمة الله هي العليا) ، يقول: ودين الله وتوحيده وقولُ لا إله إلا الله، وهي كلمتُه (العليا) ، على الشرك وأهله، الغالبةُ.[٨]

ترجمہ:"(اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے) کلمہ سے مراد اللہ کا دین، اس کا توحید، اور کلمہ لا الہ الا اللہ جو اللہ تعالیٰ کا شرک اور مشرکین پر بلند وبالا کلمہ اور غالب کلمہ ہے"۔

---

[٨] تفسير الطبري، سورة التوبة، الأية ٤٠، ج ١٤ ص ٢٦١.

اس کو دوسرے الفاظ میں "اظہار دین" بھی کہا جاتا ہے جس کا قرآن کریم میں متعدد بار ذکر فرمایا گیا ہے، اور اس کو ایک اہم مقصود وہدف کے طور پر گنوایا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے:

{هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ} [التوبة: ٣٣]

ترجمہ: "اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اگرچہ مشرک ناپسند کریں"۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

{هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا} [الفتح: ٢٨]

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر ایک دین پر غالب کرے اور اللہ کی شہادت کافی ہے"۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

{ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ } [الصف: ٩]

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں"۔

ان آیات میں آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اس بات کو بھی گردانا گیا ہے کہ تمام ادیان کے مقابلے میں خدا تعالیٰ کا یہ سچا دین (دین اسلام) غالب ہو کر رہے۔

غلبہ دین میں کونسا غلبہ مقصود ہے؟

سوال یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کے غلبہ کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں: ایک صورت یہ بھی ہے کہ دلیل وبرہان کے میدان میں کوئی دین غالب ہو، اس میدان میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہ ہو۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ افراد کی تعداد وکثرت میں وہ غالب ہو کہ دنیا جہاں کے اکثر لوگ اسی کے دلدادہ اور اسی کے پیرو کار رہیں۔ تیسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تسلط اور حاکمیت کے میدان میں وہ غالب ہو کہ زمین پر اس کی حاکمیت ہو، اوراس کی تعلیمات وہدایات کے مطابق نظام زندگی چلتا رہے۔ تو یہاں ان نصوص میں سے کسی نوعیت کا غلبہ مراد ہے؟ اور ان کی روشنی میں ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم کس نوعیت کے غلبہ کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں؟

حضرات مفسرین کرام (رحمہم اللہ وتقبّل مساعیہم) نے اپنے اپنے مزاج ومذاق کے مطابق اس کے مختلف جواب ذکر فرمائے ہیں، بعض حضرات نے علم ودلیل کے میدان میں غلبہ کا ذکر فرمایاہے، بعض نے حاکمیت اور حکمرانی کے میدان میں غلبہ مراد لیاہے، مثال کے طور پر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

واعلم أن ظهور الشيء على غيره قد يكون بالحجة، وقد يكون بالكثرة والوفور، وقد يكون بالغلبة والاستيلاء، ومعلوم أنه تعالى بشر بذلك، ولا يجوز أن يبشر إلا بأمر مستقبل غير حاصل،

وظهور هذا الدين بالحجة مقرر معلوم، فالواجب جمله على الظهور بالغلبة.[٨]

ترجمہ: "کسی چیز کا دوسرے پر غالب ہونا کبھی دلیل کے اعتبار سے ہوتا ہے کبھی تعداد اور کثرت کے لحاظ سے اور کبھی غلبہ اور تسلط کے اعتبار سے، نیز خدا تعالیٰ نے اس غلبہ کی بشارت بھی دی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ مستقبل کی کسی ایسی چیز کی بشارت دی جائے جو حاصل نہ ہو سکے۔ نیز دین کا حجت کے لحاظ سے غالب ہونا تو معلوم اور واضح ہے تو یہاں غلبہ سے تسلط مراد لیناضروری ہے(نہ کہ محض علمی تفوق اور قوت استدلال)"۔

بعض نے دونوں قسم کے غلبہ کو ذکر فرمایا ہے، مثال کے طور پر امام جصاص رازی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله تعالىٰ هو الذي أرسل رسوله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كله فيه بشارة للنبي صلىٰ الله عليه وسلم وللمؤمنين بنصرهم وإظهار دينهم علىٰ سائر الأديان وهو إعلاؤه بالحجة والغلبة وقهر أمته لسائر الأمم وقد وجد مخبره علىٰ ما أخبر به بظهور أمته وعلوها علىٰ سائر الأمم المخالفة لدين الإسلام .[٨]

ترجمہ: "باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی: "وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے" اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کو نصرت اور دین اسلام کا تمام ادیان پر غالب ہونے کی بشارت

---

[٨] التفسير الكبير، سورة التوبة، الأية٣٣، ج١٦ص٣٢.

[٨] احكام القران للجصاص، سورة التوبة، الأية٣٣، ج٤ص٣٠٠.

دی گئی ہے۔ غلبہ سے دلیل کے میدان میں اوراس امت کا تمام امتوں کو زیر کرنے دونوں طرح کا غلبہ مراد ہے۔ خبر دینے والے نے جس چیز کی خبر دی تھی کہ اس کی امت غالب ہو گی اوراسلام کے مخالف تمام ادیان پر بلند وبالا ہو گی اس کا نظارہ دیکھ لیا"۔

حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"ارشاد فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے مقصود یہ ہے کہ تمام دینوں پر غالب کر دیا جائے۔ پس اس آیت میں اگر سمجھنے کی کوئی چیز ہے تو یہ ہے کہ غالب کر دینے سے کیا مراد ہے؟ غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے: ایک یہ کہ دلیل میں غالب کیا جائے یعنی دینِ حق کی حقانیت پر اور دوسرے دینوں کی بطلان پر ایسی دلیل قائم کی جائے جس کا رد نہ ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ تیغ و سنان کے ذریعے سے غالب کیا جائے یعنی دینِ برحق کی شوکت و سطوت کے سامنے تمام مذاہب کو سرنگوں کر دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں قسم کا غلبہ مراد ہے"[٨]

جبکہ بعض نے اس بات کو دو مختلف اقوال کے طور پر ذکر فرمایا ہے، رہاں یہ سوال کہ اگر حکمرانی میں غلبہ مراد ہو تو ایسا کب ہو گا؟ تو اس میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں، کہ حضرت مہدی موعود (علیہ الرضوان) کے وقت ایسا ہو گا یا حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت اور یا قیامت میں ایسا ہو گا؟ مثال کے طور پر امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد اختلف أهل التأويل في معنىٰ قوله: (ليظهره علىٰ الدين كله) فقال بعضهم: ذلك عند خروج عيسىٰ، حين تصير الملـلُ كلُّهـا

---

[٨] تحفہ خلافت ص ٥٢٠

واحدةً... وقال آخرون: معنىٰ ذلك: ليعلمه شرائعَ الـدين كلهـا، فيطلعه عليها.[٨]

ترجمہ:"باری تعالیٰ کے اس ارشاد :"تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے" کے مفہوم میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہو گا اس وقت سارے ادیان ایک دین اسلام بن کر رہے گا۔ دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت اس لیے ہوئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے تمام دینی احکام کا علم دے اور آپ ﷺ اس پر مطلع ہو جائے"۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم في معنىٰ الكلام قولان: أحدهما: ليظهر هذا الـدين عـلىٰ سـائر الملل. ومتىٰ يكون ذلك؟ فيه قولان: أحدهما: عنـد نـزول عيسـىٰ عليه السلام، فانه يتبعه أهل كل دين، وتصـير الملـلُ واحـدة، فـلا يبقىٰ أهـل ديـن إلا دخلـوا في الإسـلام أو أدَّوا الجزيـة، قالـه أبـو هريرة، والضحاك. والثاني: أنه عند خروج المهدي. قاله السدي والقول الثاني: أن إظهار الدِّين إنما هو بـالحجج الواضـحة، وإن لم يدخل الناس فيه.[٨]

---

[٨] تفسیر الطبری،سورة التوبة،الأية٣٣، ج١٤ص٢١٤.

[٨] زاد المسير في علم التفسير،سورة التوبة الأية٣٣، ج٢ص٢٥٤.

ترجمہ: "اس کلام کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: پہلا یہ کہ خدا تعالیٰ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے دوسرا یہ کہ غلبہ دین سے مراد دلیل کے لحاظ سے واضح کرنا ہے اگرچہ لوگ اسے قبول نہ کریں۔

یہ غلبہ کب حاصل ہو گا؟ اس میں بھی دو قول ہیں: ایک یہ کہ یہ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے وقت ہو گا کیونکہ تمام اہل ادیان ان کی اتباع کریں گے اور سب ادیان ایک دین بن کر رہے گا۔ کیونکہ یا تمام لوگ مسلمان بن جائیں گے یا جزیہ قبول کریں گے۔ یہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور امام ضحاکؒ سے منقول ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے خروج کے وقت ایسا ہو گا سدی کی یہی رائے ہے"۔

امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

وقوله - عَزَّ وَجَلَّ -: (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ).

يحتمل وجوهًا:..فإن كان المراد من قوله: (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ)، فهو بالحجج والبراهين كلها. وإن كان أراد به الدِّين أن يظهره على الأديان كلها فبعد لم يكن، ويكون - إن شاء الله تعالى - هو الظاهر على الأديان كلها يوم القيامة.[٨]

ترجمہ: "باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی: "تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے" اس میں چند احتمالات ہیں: اگر مراد یہ ہو کہ اس دین کو ظاہر کرے تو وہ حجت اور تمام

---

[٨] تفسير الماتريدي، سورة التوبة، الأية٣٣، ج٥ص٣٦٠.

دلائل کے لحاظ سے ہو گا۔ اگر اس دین کو دوسرے ادیان پر غالب کرنا مراد ہو تو وہ اب تک نہیں ہوا بلکہ وہ قیامت کے دن ہو گا"۔

اصولی تجزیہ

ان مختلف اقوال میں غور کیا جائے تو اصولی طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان اقوال میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ سب اقوال مختلف احتمالات کے درجے میں ہیں، اس کو شاید یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ آیت کریمہ میں مطلق غلبہ دین کا ذکر ہے جو ہر قسم کے غلبہ کو شامل ہے، لہٰذا اس کے تحت علم و دلیل کا غلبہ بھی داخل ہے جس کا منبر و محراب اور میدان مناظرہ میں مظاہرہ کیا جاتا ہے اور حکمرانی کا غلبہ بھی مراد ہے۔

سرسری طور پر یہ اشکال بھی کیا جاسکتا ہے کہ جب غلبہ مطلق ذکر ہے تو چاہے کہ کسی بھی فرد پر عمل کرنا کافی ہو، لہٰذا جب دلیل کے میدان میں دین اسلام کو یقینی طور پر ہر زمانے میں غلبہ حاصل ہے تو اس کے بعد مزید حکمرانی کے میدان میں غلبہ کا ماحول پیدا کرنا اور اس کے لئے کوشش کرنا کوئی ضروری نہ ہو! لیکن یہ بات کسی طرح درست نہیں ہے، اس اشکال کا ایک بڑا منشا "غلبہ" کا مفہوم نہ سمجھنا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص / فکر و فلسفہ ایک میدان میں اپنا مقدمہ ہار جائے اور دوسرے میں جیت جائے تو اس کو پوری طرح غلبہ نہیں کہا جاتا، غلبہ اگر ہے تو یہی ہے کہ ہر میدان میں وہ غالب آجائے۔

غلبہ دین تکوینی کام ہے یا تشریعی؟

مضمون کے شروع میں قرآن کریم کی جو آیات مبارکہ ذکر کی گئیں ہیں، ان میں "دین کے غلبہ" کے کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب فرمایا گیا ہے اور یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو باقی (تمام) ادیان پر غالب فرمائے گا، اس سے ایک عام غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ دین کا یہ غلبہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، بندوں کے ذمہ یہ حکم عائد نہیں ہوتا، دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ یہ تکوینی معاملہ ہے، تشریعی کام نہیں ہے جس کا ہم کو حکم ہو۔

لیکن اس خیال کی حیثیت محض غلط فہمی ہی کی ہے، دین کے غلبہ کو اگر نتیجے کے لحاظ سے تکوینی کہا جائے تو اگرچہ کچھ زیادہ بے جا نہیں ہے کہ انسان نتائج کا مکلف نہیں ہوتا بلکہ متعلقہ شرعی احکام واوامر ہی کا پابند ہوتا ہے، حضرت شاہ اسماعیل شہید صاحب لکھتے ہیں:

تكليف العباد بالأفعال تكليف بصَرفِهم القُدرةَ المتوهَّمة المودَعة فيهم إليها ، لا بِخَلقها حتىٰ يلزم التكليفُ بالمحال ، فالتكليف بالجهاد معناه التكليفُ بالسعي في إزالة شوكة الكفار ، لا بسلب حياتهم ، وإلقاء الرعب في قلوبهم ، وإيجاد الهزيمة عليهم وأمثالها من الأمور التي لا يقدر عليها إلا الله جلّ جلاله .

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو مکلف بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اندر موجود موہوم قدرت کو ان کاموں کی طرف متوجہ کرے۔ ان افعال کا خلق (موجود کرنا) مراد نہیں ہوتا ورنہ (چونکہ خلق ان کے بس میں نہیں تو) ایک محال چیز کا مکلف

بنانالازم آئے گا۔ مثلاً بندہ جو جہاد کا مکلف ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفار کی شان وشوکت کو ختم کرنے کی کوشش کرے نہ یہ کہ ان کی جان لے لے اور عملاً ان کے دلوں میں رعب جمالے اور انہیں شکست سے دوچار کرے اور اسی طرح دیگر افعال جس کے کرکے پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے"۔

تاہم یہ تعبیر بہرحال غلط فہمی کا موجب ہے اور ان جیسی تعبیرات پر اکتفاء واصرار کرنے کی وجہ سے ہزاروں مسلمان متعدد دینی احکام پر عمل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں، نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کے معاملات کو اسباب کے ساتھ جوڑ رکھا ہے، اس میں جس طرح حسی اسباب کو ٹھیک ٹھیک اختیار کرنے سے متعلقہ نتائج ومسبّبات حاصل ہو جاتے ہیں، یوں ہی شرعی اسباب کو بھی اگر درست درست طریقے سے انجام دیا جائے تو متعلقہ نتائج ہاتھ آہی جاتے ہیں، نتائج سے محرومی عموماً اسباب کے انجام دینے میں کوتاہی، غفلت اور تقصیر ہی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ یا تو تمام تر اسباب کو اختیار ہی نہیں کیا جاتا اور یا اختیار تو کیا جاتا ہے لیکن شرعی ہدایات وتعلیمات کی رعایت نہیں رکھی جاتی۔

اس لئے نتائج مرتّب نہ ہونے کی صورت میں بے فکر بیٹھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے بلکہ اپنے اسباب پر از سرِ نو غور کرنا اور غلطی کو پکڑنا اس کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا ہی عقل مندی اور دانش مندی ہے۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ امت کی اکثریت کی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ایسا ہو جائے اور بعض مخلص افراد وطبقات اپنی پوری توانائی شرعی تعلیمات کے مطابق انجام دینے کے باوجود بھی

نتائج مرتب نہ ہوں جس کی وجہ سے خود ان صحیح سمت پر محنت کرنے والے افراد پر کوئی ذمہ داری عائد نہ ہو۔

تشریع ہونے کی مضبوط بنیاد

غلبہ دین کے تشریعی حکم ہونے کی ایک بڑی واضح بنیاد یہ بھی ہے کہ شریعت نے اس کے ذرائع اور وسائل کو امت کے ذمے ضروری قرار دیا ہے، قرآن کریم میں ہے:

{وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ} [البقرة: ۱۹۳]

ترجمہ: "اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر سختی جائز نہیں"۔

اس آیت کریمہ میں "فتنہ "ختم ہونے اور دین اللہ تعالیٰ کے خالص ہو جانے تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں "فتنہ" سے کیا مراد ہے؟ اور دین اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو جانے کا کیا مصداق ہے؟ دونوں باتوں سے متعلق مفسرین کرام کے اقوال دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے دین اسلام کا غلبہ ہی مراد ہے۔ اب اس آیت سے استدلال کی تفصیل یہ ہوئی کہ آیت کریمہ میں امر کے صیغہ کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا ہدف وغایت غلبہ دین قرار دیا گیا ہے جس کا حاصلِ مضمون یہ ہوا کہ جب تک غلبہ دین نہ ہو، تم قتال کرتے رہو، اور ظاہر ہے کہ جس کام کے لئے ابتدائی طور پر کوئی واجب وفرض کام مشروع ہو جائے

وہ واجب ہی ہو گا اور وجوب تشریعی احکام ہی میں سے ایک اہم حکم ہے جس کا انسان مکلف ہوتا ہے۔

حضرات فقہائے کرام نے بھی اس نکتہ کو جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے، جہاد فرض کفایہ کیوں ہے اور فرض عین کیوں نہیں؟ اس کے تفصیل میں یہی ذکر کیا جاتا ہے کہ مقصودِ جہاد غلبہ دین ہے اور اس کے لئے امت کے ہر ہر فرد کا جہاد کرنا ضروری نہیں۔

مثال کے طور پر امام جصاص رازی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فَصْلٌ: وَمِنْ الْأَمْرِ مَا يَكُونُ فَرْضًا عَلَى الْكِفَايَةِ وَيَتَوَجَّهُ بِهِ الْخِطَابُ إلَى جَمَاعَتِهِمْ، نَحْوُ الْجِهَادِ وَالصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ وَدَفْنِ الْمَوْتَى وَغُسْلِهِمْ، وَنَحْوُ التَّفَقُّهِ فِي الدِّينِ قَالَ اللهُ تَعَالَى {فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ} فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ، وَالْجِهَادُ كَذَلِكَ لِأَنَّهُ مَعْلُومٌ أَنَّ فَرْضَ الْجِهَادِ لَازِمٌ لِإِظْهَارِ دِينِ اللهِ، وَلَوْ لَزِمَ كُلَّ وَاحِدٍ ذَلِكَ لَتَعَطَّلَ النَّاسُ عَنْ سَائِرِ أُمُورِهِمْ.[۸]

ترجمہ: "بعض امر فرض کفایہ ہوتے ہیں اور اس کے ذریعے مسلمانوں کی جماعت کو متوجہ کیا جاتا ہے مثلاً جہاد یا نمازِ جنازہ کا حکم یا مردے دفن کرنے ان کو غسل دینے ،دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:" سو کیوں نہ نکلا ہر

---

[۸] الفصول في الأصول للجصاص،الباب الحادي و الثلاثون في الأمر المطلق هل يقتضي التكرار، ج۲ص۱۵۷.

فرقے میں سے ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں" اس سے معلوم ہوا کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ جہاد کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ جہاد کی فرضیت اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ کے لیے ضروری ہے۔ اگر ہر شخص کے ذمے جہاد فرض ہوتا تو پھر تو لوگ کے تمام کام معطل ہوتے"۔

علامہ کاسانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ولأن ما فرض له الجهاد وهو الدعوة إلى الإسلام، وإعلاء الدين الحق، ودفع شر الكفرة وقهرهم، يحصل بقيام البعض به.[٨]

ترجمہ:" جہاد اسلام کی طرف دعوت اور دین حق کی سربلندی اور کفر کی شان وشوکت اور غلبہ ختم کرنے کے لیے فرض کیا گیا ہے اور یہ بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے"۔

غلبہ دین کے حکم کی غیر معمولی اہمیت

درج بالا تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ دین اسلام کو غالب رکھنا دین اسلام کے اہم احکام میں سے ایک حکم ہے، یہ نہ تکوینی امور میں سے ہے جن سے مکمل طور پر اعراض کر کے کسی دوسرے کام میں لگا جائے اور نہ ہی محض مستحبات میں سے ہے جس کا چھوڑنا گناہ نہ ہو بلکہ ضروری احکام میں سے ہے جس میں استطاعت کے باوجود کوتاہی اور اپنے حصہ کا ضروری کام بھی چھوڑنا گناہ کا باعث ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ ایک فرد یا چند افراد کے تن تنہا کرنے کا کام نہیں

---

[٨] بدائع الصنائع، كتاب السير، فصل في بيان من يفترض عليه الجهاد، ج٧ص٩٨.

ہے بلکہ پوری امت یا قابل قدر جماعت کا کام ہے اور ہر شخص اپنی استطاعت ہی کا مکلف ہے۔

جہاد کے بغیر غلبہ دین ممکن نہیں

درج بالا آیت کریمہ میں جہاد کرنے کا ضروری حکم دیا گیا ہے اور اس کی انتہاء یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ دین کا غلبہ ہو جائے، جبکہ جہاد دعوت دین کا بالکل آخری راستہ ہے، زبانی وبیانی نصیحت وغیرہ تمام راستے اختیار کرنے کے بعد ہی اس کی نوبت آتی ہے اور شرعی احکام میں بھی تدریج سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی منکر صرف زبانی نصیحت سے ختم ہو سکتا ہے تو وہاں ہاتھ استعمال کر کے کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہوتا، شرعی احکام میں تدریج کی پوری رعایت رکھنے کے باوجود یہاں جہاد وقتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں جس چیز کو مقصود کا درجہ دیا جارہا ہے، وہ عموماً اس سے کم تر وسیلہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے لئے عام طور پر جہاد ہی کا وسیلہ اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اعلم أن النبي صلى الله عليه وسلم بعث بالخلافة العامة، وغلبة دينه على سائر الأديان لا يتحقق إلا بالجهاد وإعداد آلاته، فإذا تركوا الجهاد، واتبعوا أذناب البقر أحاط بهم الذل؛ وغلب عليهم أهل سائر الأديان.[٨]

---

[٨] حجةالله البالغة،الجهاد، من أبواب سياسة المدن ج٢ص٢٦٨.

ترجمہ:"نبی کریم ﷺ کو عام خلافت کے ساتھ بھیجا گیاہے اور(تمام دنیاپر نظام خلافت رائج کرنااور) خداتعالیٰ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرناجہاد اوراس کے آلات کی تیاری کے بغیر ممکن ہی نہیں۔چنانچہ امت جب جہاد ترک کرے گی اور مویشیوں کے پیچھے پڑے گی توان پر ذلت مسلط ہو گااور دیگر کفاراقوام کاتسلط بھی ۔"

دین کی موجودہ حالت کاجائزہ

غلبہ دین کے حکم کی اس شرعی حیثیت اور دینی اہمیت کو دیکھاجائے اور ساتھ معاشرے میں دین کی موجودہ صورت حال کو دیکھاجائے تو روز روشن کی طرح عیاں ہوتاہے کہ اس وقت دین اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہے، حکمرانی کے میدان میں وہ مغلوب ہے، اس کا سیاسی ومعاشی نظام معاشرے میں موجود نہیں ہے،اس کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات کااس وقت کہیں مشاہدہ نہیں کیاجاسکتا،اس کے عبادتی اور اعتقادی و نظریاتی ہدایات کااس وقت عملی طور پر کوئی تسلی بخش تصویر موجود نہیں ہے۔عالمی سطح پر اس کا غلبہ اور حکمرانی تو درکنار، مسلمانوں کے معاشرے اور مسلمان کہلانے والے ممالک میں بھی یہ صورت حال ہے کہ دین اسلام کی تمام تر تعلیمات کی جیتی وجاگتی معاشرے کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس رہی ہیں ،دل تڑپ رہیں ہیں لیکن سراغ منزل نظر نہیں آرہا اور ہنوز "دلی دوراست"کامصداق نظر آرہاہے۔

دین اسلام کی تعلیمات کیاہیں اور ہم اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے کس منزل پر سے گزررہے ہیں؟اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔

ناکارہ عبید الرحمٰن

دار الافتاء والارشاد، مردان

۱۷ ذوالقعدۃ ۴۵ھ بعد نماز عصر

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبید الرحمن عفی عنہ